حسین شاہ حقیقت کی اُردو مثنوی سراپا سحر البیان

عارف نوشاہی*

حسین شاہ حقیقت لکھنوی (۱۱۸۶ -۱۲۴۹ھ / ۱۷۷۲-۱۸۳۳ء) کے حالات، شعرا کے قدیم تذکروں میں ملتے ہیں جنھیں پروفیسر محمد انصار اللہ نے نمونہ کلام حذف کر کے یکجا کر دیا ہے۔[1] انھی تذکروں اور حقیقت کی تصانیف سے ماخوذ، حقیقت کے حالات و تصنیفات پر اولین تحقیقی کام ڈاکٹر لطیف حسین ادیب کا ہے[2] جو بعد میں حقیقت پر کام کرنے والوں کے لیے مشعل راہ بنا۔[3]

مثنوی سراپا سحر البیان کا مخطوطہ

لاہور میوزیم کے شعبۂ مخطوطات میں نمبر ۲۴۳ کے تحت حقیقت کی دو اُردو مثنویاں ایک ہی کاتب کے قلم سے ،ایک مجموعے میں مجلد ہیں۔ پہلی مثنوی سراپا سحر البیان (ورق ۱-۲۳)، دوسری مثنوی ہشت گلزار (ورق ۲۴-۱۹۳) ہے۔ یہ نسخہ نواب اعتمادالدولہ حسام الملک محمد عبداللہ خان بہادر ہزبر جنگ کے حکم پر ۷ شعبان ۱۲۲۸ھ / ۵ اگست ۱۸۱۳ء کو مصنف کے نسخے سے براہ راست نقل ہوا ہے اور مصنف کا اول تا آخر اصلاح کردہ ہے۔ ترقیمہ کاتب کی بجاے خود مصنف نے لکھا ہے: "بندہ مصنف حسین شاہ عفا اللہ سیئاتہ راقم این حروف مِن اولہ و آخرہ تصحیح آن نمود۔"[4] نسخہ خوش خط اور صاف نستعلیق میں اردو کے قدیم رسم الخط کے مطابق تحریر ہوا ہے جس میں یاے مجہول (ے) اور نون غنّہ (ں) کے لیے بھی یاے معروف (ی) اور نون نقطہ دار (ن) سے کام لیا گیا ہے۔ البتہ یاے مجہول کے معاملے میں کچھ مقامات پر استثنا بھی ہے۔ اُس کو اوس، اُن کو اون، اُلٹا کو اولٹا، وہ کو وو، مجھ کو مج، تڑپ کو تڑپھ لکھا ہے۔[5] کئی الفاظ جوڑ کر لکھے ہیں، جیسے نتھی (نہ تھی)، شمعرو (شمع رو)، اونکا (اون کا/اُن کا)[6]۔ عنوانات سرخ روشنائی سے ہیں۔ رکابے کا اہتمام موجود ہے۔

حقیقت کی مثنوی ہشت گلزار ،ذی الحجہ ۱۲۶۷ھ /۱۸۵۱ء میں مطبع مصطفائی ، لکھنو سے طبع ہو چکی ہے۔ لیکن نسخۂ لاہور کے آخر میں مثنوی ہشت گلزار پر حقیقت کے معاصرین اور احباب کے کہے ہوئے متعدد قطعات تاریخ ہیں جو مطبوعہ نسخے میں نہیں ہیں۔ مطبوعہ نسخے میں شاعر نے مثنوی کے اشعار کی مجموعی تعداد

* ادارۂ معارف نوشاہیہ، اسلام آباد، پاکستان

۶۵ ۷ ۴ بتائی ہے جب کہ نسخۂ لاہور میں خود شاعر کی صراحت کے مطابق یہ تعداد ۴۹۱۱ ہے۔

فی الوقت ہمارا موضوع مثنوی سراپا سحر البیان ہے جس کا ذکر، حقیقت پر دستیاب قدیم تذکروں اور جدید تحریروں میں نہیں ملتا۔ صرف ڈاکٹر گوہر نوشاہی کے قلم سے ایک حوالہ ملتا ہے: ''حقیقت کی ایک مثنوی بنام سراپا بھی میری نظر سے گزری ہے، اس کے مخطوطے کی عکسی نقل محب گرامی جناب مشفق خواجہ کے پاس کراچی میں محفوظ ہے۔''[7] ڈاکٹر گوہر نے اس سے زیادہ تفصیل نہیں دی جس سے یہ اندازہ ہو سکے مشفق خواجہ مرحوم کے پاس جس نسخے کی نقل تھی کیا وہ یہی نسخہ ہے یا کوئی اور؟ نسخۂ میوزیم کے سلسلے میں یہ اطلاع دل چسپ ہے کہ اس پر ایک ایرانی صحافی اور رکن پارلیمنٹ حسین کی استوان طہرانی (وفات: ۱۹۶۹ء) کے ذاتی کتب خانے کی مُہر لگی ہوئی ہے۔ دوسرے لفظوں میں یہ نسخہ ایران میں تھا۔ گمان ہے کہ کرنل خواجہ عبدالرشید (۱۹۱۲-۱۹۸۳) مصنف **تذکرۂ شعراے پنجاب** و **تذکرۂ طالب آملی** جب بطور ملٹری اتاشی تہران کے پاکستانی سفارت خانے میں تعینات تھے، یہ نسخہ انھوں نے وہاں سے حاصل کیا اور پاکستان لے آئے۔ کرنل صاحب مشفق خواجہ کے چچازاد تھے، اس لیے گمان ہے کہ مشفق خواجہ کے پاس اسی نسخۂ میوزیم کی عکسی نقل ہو گی۔ اس سلسلے میں اگلی قابل ذکر بات یہ ہے کہ کرنل صاحب نے اپنا ذخیرۂ مخطوطات لاہور میوزیم کو دے دیا تھا۔[8]

مثنوی سراپا سحر البیان کا تعارف

حقیقت ذوالحجہ ۱۲۱۹ھ / مارچ ۱۸۰۵ء میں کلکتے میں بابو جگن ناتھ کی دعوت پر اس کے بھانجے کی شادی کی تقریب میں شریک ہوئے۔ تقریب میں حقیقت کے کئی قریبی احباب: منشی امین الدین احمد، سید علی بلگرامی، سید حسین بلگرامی، درایت بلگرامی ملقب بہ پرکھا، نذر اشرف، سید میر حامد، میر قاسم، مبارک محی الدین، شیخ قاسم، سید بہادر، سید حسین بھی شریک تھے۔ شادی کی محفل میں کئی مطربائیں اور رقاصائیں گانے ناچنے کے لیے آئی تھیں۔ ان میں ایک زینت بائی تھی جس نے اپنے حسن و جمال اور انداز دلربائی سے حقیقت کا دل موہ لیا اور حقیقت اس پر فریفتہ ہو گئے۔ منشی امین الدین احمد نے حقیقت سے اس کا سراپا لکھنے کی فرمائش کی۔ حقیقت نے فرمائش پوری کی اور مثنوی سراپا سحر البیان لکھی۔ دوستوں نے اسے پسند کیا اور اس کے لیے فارسی اور اردو میں قطعات تاریخ لکھے جن سے ۱۲۱۹ اور ۱۲۲۰ھ برآمد ہوتا ہے۔ جن لوگوں نے قطعات لکھے ان میں محمد اسلم بلگرامی، راے ہرپرشاد بلگرامی، شیخ محمد عظیم جونپوری، میر غلام حسین زیدپوری، یحییٰ امان جرأت معروف بہ قلندر بخش لکھنوی (حقیقت کے استاد)، خواجہ عبدالغنی لکھنوی، میرزا محمد یوسف بہاری، شاہ ریحان الدین ریحان، سید حسن شاہ ضبط (مصنف کے بھائی) شامل ہیں۔ مصنف نے خود جو تاریخ اختتام لکھی ہے وہ ۱۲۱۹ھ کے مطابق ہے:

ہوا جس وقت انجام سراپا
تو میں یہ بعدِ اتمام سراپا
کہی تاریخ اے اہل معانی
"نہیں ہے آج کوئی زینت کا ثانی"[۹]

۱۲۱۹

مصنف شادی کی تقریب کے بعد زینت بائی کے وصال کی خواہش لے کر واپس لکھنو چلا گیا۔

رہی حسرت ہے اپنے جی میں ہیہات
خدا جانے کہ پھر کب ہو ملاقات
ملاقات اُس سے ہو اب کیوں کر ہو یا رب
سحر فرقت کی شب کیوں کر ہو یارب
نہ جب تک وصل ہوگا اس صنم سے
بہیں گے اشکِ خونیں چشمِ نم سے[۱۰]

لیکن قسمت نے یاوری کی کہ لکھنو سے دوبارہ کلکتے آنے پر زینت بائی نے مصنف کی دعوت کی۔ اس دعوت کی تاریخ ۱۲۲۱ھ ہے۔ اس بزم دعوت میں زینت بائی نے جو رقص کیا اس کی تعریف میں مصنف نے 'ناچ' ردیف میں ۱۹ شعروں کی الگ غزل لکھی ہے۔ مقطع یہ ہے:

وجد میں کیوں کہ نہ آجائے یہ بے خود ہوکر
جب کہ زینت سے صنم پیشِ حقیقت ناچے[۱۱]

مثنوی پر مصنف کا ایک نثری مقدمہ بھی ہے جس میں سبب تصنیف اور دوستوں کے قطعات تاریخ درج ہیں۔ اس کے بعد مثنوی کا متن اس شعر سے شروع ہوتا ہے:

ثنا ہو اس حسین کی کب ادا خوب
جو ہے نام خدا سر تا بپا خوب[۱۲]

مثنوی کا اختتام اس رباعی یا دوبیتی پر ہوا ہے:

زینت دِہ بزم عاشقاں ہے زینت
تن جملہ جہاں ہے اور جاں ہے زینت

ہے خواب گذشتہ اور آیندہ خیال
پر حال تو زینتِ جہاں ہے زینت[۱۳]

مثنوی کی ذیلی سرخیاں فارسی میں ہیں: آغاز مثنوی سراپا سحر البیان، بیان سراپاے آن حسن و جمال و سر دفتر خوبان سراپا غنج و دلال، در تاریخ اختتام سراپا(۱۲۱۹ھ)، غزل سرای عاشق ناکام حضور آن نمک خوان کلام، بیان نغمہ سرائی آن زہرہ جبین نازک اندام و توصیف رقص آن شمشاد قامت محشر خرام، رنگین ساختن بزم سخن بہ بیان رنگ آمیزی ہولی در آن انجمن، قطعہ تاریخ دعوت مصنف کہ بعد آمدن از لکھنو بہ مدد طالع صورت پذیرفتہ (۱۲۲۱ھ)، غزل در توصیف رقص آن زہرہ جبین محشر خرام۔ مصنف نے مثنوی کے اندر جابجا اپنے قطعات اور غزلیں بھی سموئی ہیں۔

مثنوی کا بنیادی موضوع زینت بائی کے حسن و جمال اور اس کے اعضاے بدن کی تشبیہات اور استعارات کی مدد سے تعریف ہے جسے ادبی اصطلاح میں سراپا نگاری کہتے ہیں۔ لیکن ساتھ ساتھ زینت بائی کے گانے (آواز)، رقص اور بات کرنے کے ڈھنگ اور انداز دلربائی کی بھی تعریف کی ہے۔

یہ ہے لطف سخن اس کی زباں میں
کہ آسکتا نہیں ہرگز بیاں میں
لُبھا لینے میں دل کی ہو نہ تاخیر
ہے بھولی بھولی ایسی سحر تقریر
جگت، پھبتی، لطیفہ، سحر باتیں
اُکت اور ضلعے کی بھی یاد گھاتیں[۱۴]

ہونٹوں کی تعریف میں یہ اشعار لکھے ہیں:

لب لعل اُس کے ہیں نازک وہ مے گوں
نزاکت جن میں برگ گل سے افزوں
حلاوت سے زبس ہیں وہ لبالب
تو آپس سے نہیں ہوتے جدا لب
مسی آلودہ لب پررنگِ پاں یوں
سوادِ ابر میں قوس قزح جوں

یہ خونیں پان کا سرخ اُن پہ لاکھا
کہ خوں کرنے میں دل کے جس کو ساکھا[۱۵]

زنخ کی تعریف میں مصنف نے جامی کے اس فارسی شعر سے استفادہ کیا ہے:

قرار دل بود نایاب آنجا
کہ ہم چاہ است وہم گرداب آنجا[۱۶]

حقیقت کے بیٹے سید محسن علی محسن موسوی نے سراپا نگاری پر مشتمل ایک تذکرہ سراپا سخن (۱۲۶۹ھ / ۵۳-۱۸۵۲ء) لکھا تھا جس میں معشوق کے اعضاے بدن کی تعریف میں مختلف ہندوستانی شعرا کی اردو غزلوں کا انتخاب مع حالات کیا ہے۔ یہ تذکرہ مطبع نول کشور لکھنو سے ۱۲۷۷ھ / ۱۸۶۱ء میں چھپ چکا ہے۔ اس تذکرے میں مصنف نے اپنے والد حقیقت کے حالات اور تصانیف میں اس مثنوی کا ذکر نہیں کیا لیکن اعضاے بدن میں سے آنکھوں، ہاتھوں اور دل کی تعریف میں حقیقت کی تین غزلیں مختلف مقامات (ص ۱۰۵، ۲۱۴، ۲۶۶ و ۲۶۷) پر نقل کی ہیں۔ ان غزلوں کا مثنوی سراپا سحر البیان سے تعلق نہیں ہے۔

سپاسگزاری: میں جناب شارق خان (لاہور) کا بے حد ممنون ہوں جنھوں نے مجھے لاہور میوزیم کے مخطوطہ مثنوی سراپا سحر البیان سے متعارف کیا اور اس کا عکس مہیا کیا۔

حوالہ جات:

۱۔ محمد انصار اللہ، جامع التذکرہ، دہلی، قومی کونسل براے فروغ اردو زبان، ۲۰۰۶-۲۰۰۷ء، جلد اول، ص ۳۱۲؛ جلد دوم، ص ۲۲۸؛ جلد سوم ص ۴۰۱-۴۰۲

۲۔ لطیف حسین ادیب، میر حسین شاہ حقیقت: حالات اور تصنیفات معارف، اعظم گڑھ، جولائی ۱۹۶۸ء، ص ۵۰-۶۷؛ اگست ۱۹۶۸ء، ص ۱۳۶-۱۵۵

۳۔ جیسا کہ مشرف احمد نے شاہ حسین حقیقت اور ان کا خاندان، کراچی، ادارۂ ادبیات پاکستان، ۱۹۷۷ء اور جمیل حسین، شاہ حسین حقیقت: احوال و آثار، مجلہ اُسوہ، اسلام آباد، جنوری-جون ۲۰۲۱ء، ص ۷۲-۹۶ میں ڈاکٹر ادیب کے مقالے سے جابجا استفادہ کیا ہے۔

۴۔ مثنویات حقیقت، نسخہ لاہور میوزیم، شمارہ ۲۴۳، ورق ۱۹۳ الف

۵۔ ایضاً، ورق ۱۰ الف، ۱۰ ب، ۱۱ الف، ۱۳ ب

۶۔ ایضاً، ورق ۱۰ الف، ب

۷۔ گوہر نوشاہی، ”تعارف“، خزینۃ الامثال، شاہ حسین حقیقت، طبع عکسی، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۸۶ء، بدون صفحہ شمار؛ گمان تھا کہ مشفق خواجہ مرحوم نے جائزہ مخطوطات اردو (ج ۱، لاہور، ۱۹۷۹) میں دیوان حقیقت کے اندراج یا تذکرہ خوش معرکہ زیبا میں حقیقت کے ترجمے کے حواشی و تعلیقات (ج ۱، ص ۲۷۱، لاہور، ۱۹۷۰) میں اس مثنوی کا ذکر کیا ہوگا، لیکن وہاں ایسا کچھ نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے یہ نسخہ انھیں ۱۹۷۹ کے بعد ملا ہو۔

۸۔ راقم الحروف نے لاہور میوزیم کے فارسی مخطوطات کی جو فہرست تیار کی ہے (غیر مطبوعہ)، اس میں خواجہ عبدالرشید کے ہاتھ سے لکھی یادداشتوں اور مہروں والے کئی نسخے میری نظر سے گذرے ہیں۔ یہ نسخہ بھی انھی کا ہو سکتا ہے، ہرچند اس پر خواجہ صاحب کی کسی قسم کی یادداشت نہیں ہے۔

۹۔ ایضاً، ورق ۱۷الف، ب

۱۰۔ ایضاً، ورق ۲۱الف

۱۱۔ ایضاً، ورق ۲۳الف

۱۲۔ ایضاً، ورق ۷ب

۱۳۔ ایضاً، ورق ۲۳الف

۱۴۔ ایضاً، ورق ۱۴ب

۱۵۔ ایضاً، ورق ۱۳ب، ۱۴الف

۱۶۔ ورق ۱۴ب

Abstract

This article highlights the poetical works, Sarapa Sehrul Bayaan and Hasht Gulzar, by Husain Shah Haqiqat archived in the Lahore Museum. Following the directives of the Nawab Aitematudaulah, the former mathnavi was copied from the work of the poet which the poet corrected thoroughly. Its orthography is of old-fashioned. The old and new biographical studies carried out on the poet have nothing to discuss the work Sarapa except for the article written by Dr Gohar Naushai who mentioned that the Karachi-based noted scholar Mushfiq Khawaja had it in its personal collection. It is interesting to note here that the manuscript owned by Khawaja had an stamp of Iranian journalist and parliamentarian Istewan Tehrani’s personal collection of books. It is expected that Colonel Khawaja Abdul Rasheed, known for his work, titled, Tazkira-e Shura-e Panjab wa Tazkira-e Taalib Aamli (Biographies of the Panjab’s poets and Biography of Taalib Aamli), might have obtained it from the Embassy of Pakistan in Tehran, Iran where he spent sometime as a Military Attaché. Colonel Rasheed was a cousin of Mushfiq Khawaja who may have had it from him. Colonel Rasheed gave his personnel collection of the manuscripts to the Lahore Museum.

Key word: Husain Shah Haqiqat, mathnavi Sarapa Sehrul Bayaan, mathnavi Hasht Gulzar, Lahore Museum, personal collection of manuscripts